عبداللہ یوسف علی صاحب کا انگریزی ترجمۂ قرآن

(چند اصلاح طلب مقامات)

جناب سید امین الحسن رضوی

اس وقت برصغیر ہند و پاکستان میں قرآن شریف کے دو انگریزی تراجم زیادہ معروف و مقبول ہیں۔ ایک تو عبداللہ یوسف علی صاحب کا کیا ہوا جو Holy Quran - Text, Translation and Commentary کے نام سے دستیاب ہے اور دوسرا محمد مارماڈیوک پکتھال (عیسائی نژاد نومسلم) کا جو Meaning of the Glorious Koran, کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ چند سال قبل جب حکومت سعودی عرب نے عبداللہ یوسف علی صاحب کے ترجمہ قرآن کی وہاں اشاعت و تقسیم کی منظوری دے دی تو سعودی عرب اور دوسرے خلیجی ملکوں کے چند خیر پسند اداروں نے حصولِ اجر کی نیت سے اس کی اشاعت اور مفت تقسیم بڑے پیمانے پر شروع کی اور اس طرح اس کے مختلف طرز طبع کے ہزارہا نسخے بہت تیزی سے پوری دنیا میں پھیل گئے اور اب غالباً یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا انگریزی ترجمہ قرآن ہے اور یہ ترجمۂ قرآن شروع ہی سے عربی متن کے ساتھ شائع ہوتا چلا آ رہا ہے جبکہ پکتھال صاحب کا ترجمہ قرآن ایک طویل عرصہ تک عربی متن کے بغیر شائع ہوتا رہا اور اب بھی ہو رہا ہے گو چند سال قبل پاکستان کے عائشہ باوانی ٹرسٹ نے اس کا ایک ایڈیشن عربی متن کے ساتھ شائع کیا اور ہدیۃً اسے بڑے پیمانہ پر تقسیم کیا۔

عبداللہ یوسف علی صاحب بمبئی کے ایک دین دار بوہرہ مسلم گھرانے میں ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نہایت دین دار اور کامیاب تاجر تھے انھوں نے یوسف علی صاحب کی دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ عبداللہ یوسف علی صاحب نے کم عمری ہی میں جب قرآن حفظ کر لیا تو ان کے والد صاحب نے اس موقع پر ایک بڑی تقریب کا اہتمام کیا

جس سے ان کا ایک مقصد اپنے نوعمر فرزند کے ذہن پر قرآن کے علم کی عظمت و اہمیت کا نقش بٹھانا تھا۔ کم عمر عبداللہ یوسف علی صاحب کے ذہن پر وہ اس طرح سے مرتسم ہوگیا کہ بڑے ہوکر جب وہ مدرسہ، کالج اور یونیورسٹی میں عصری تعلیم حاصل کرنے کے مراحل سے گزر رہے تھے، قرآن سے ان کا شغف برقرار رہا تعلیم سے فارغ ہوکر وہ انڈین سول سروس (آئی سی۔ ایس) کے امتحان میں بھی کامیاب ہوگئے جو ہندوستان پر برطانوی حکومت کے اُس دور میں سب سے بڑی فخر کی بات سمجھی جاتی تھی۔ عمر کے ساتھ ساتھ وہ غور و فکر اور قرآنی لٹریچر کے مطالعہ کے ذریعہ اپنے علم کو بڑھاتے چلے گئے اور ایک نوبت پر اپنے قرآن کے علم کو دوسروں تک پہنچانے کا داعیہ ان میں پیدا ہوا جس کا نتیجہ ان کا یہ ترجمہ قرآن مع تشریحی حواشی اور سورتوں کے تعارفی نوٹس کی شکل میں موجود ہے۔ ابتداً یہ ایک ایک پارہ کرکے شائع ہوا۔ پہلے پارہ کا ترجمہ (مع حواشی وغیرہ) ۱۹۳۲ء میں لاہور سے اشاعت پذیر ہوا تھا۔ جب تیسوں پاروں کا ترجمہ (مع حواشی) مکمل ہوگیا تو پھر ان کا یکجائی ایڈیشن شائع ہوا اور پھر اس کے مختلف ایڈیشن نکلتے رہے۔

۱۹۸۰ء میں امریکہ میں ایک اسلامی ادارے 'امانا کارپوریشن' نے قرآن کے انگریزی ترجمہ کی بڑے پیمانہ پر اشاعت کا منصوبہ بنایا۔ اس کارپوریشن نے چند تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ قرآن کے موجود انگریزی تراجم میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے۔ اس کمیٹی کی نظر انتخاب عبداللہ یوسف علی صاحب کے ترجمہ پر پڑی[۱]۔ اس کے بعد علماء کی مختلف کمیٹیوں نے اس ترجمہ، تشریحی حواشی اور سورتوں کے تعارفی نوٹ پر نظر ثانی کا کام کیا اور مناسب تبدیلیاں تجویز کیں۔ پھر اس پورے کام کا جائزہ امریکہ کے ادارے International Institute of Islamic Thought (IIIT) کے صدر اسمٰعیل راجی الفاروقی صاحب مرحوم نے لیا اور اب اسی نظر ثانی شدہ ایڈیشن کو اس انسٹی ٹیوٹ (IIIT) کے تعاون سے امانا کارپوریشن نے ایک

---

[۱] ایک خبر یہ بھی ہے کہ اس کمیٹی نے پہلے محمد لیوپولڈ اسد (عیسائی نژاد نومسلم) کے ترجمہ قرآن کا انتخاب کیا تھا لیکن جب اسد صاحب سے اس بات کی خواہش کی گئی کہ وہ ایک کمیٹی کو اس پر نظر ثانی کی اجازت دیں تو وہ اس پر راضی نہیں ہوئے پھر عبداللہ یوسف علی صاحب مرحوم کے ترجمہ کا انتخاب کیا گیا۔

ایڈیٹوریل بورڈ کی نگرانی میں بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں منظر عام پر آیا۔

اپنے اس مضمون کے بارہ میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ میں نے اس نظر ثانی شدہ ایڈیشن کو تنقیح و تنقید کی نظر سے لفظاً لفظاً نہیں پڑھا ہے۔ یوں ہی گاہے گاہے مطالعہ کے دوران یا کبھی کسی وجہ سے انگریزی ترجمہ کو دیکھنے کی ضرورت پڑ گئی تو جن مقامات پر کھٹک محسوس ہوئی ان کے بارہ میں تحقیق کر لی ہے۔ تشریحی حواشی میں نے بہت کم دیکھے ہیں اور وہ بھی بعض ان مقامات کے تحت جن مقامات کے ترجمہ کے بارہ میں مجھے اشتباہ ہوا۔ ان تشریحی حواشی میں سے بھی چند کو میں نے بہت ہی غلط اور کچھ کو محل نظر پایا ہے لیکن اس مضمون میں ان کو چھوڑ کر میں نے صرف ترجمہ کی غلطیوں کو موضوع بنایا ہے۔ ترجمہ میں جو مقامات مجھے محل نظر محسوس ہوئے وہ کُل ملا کر کم و بیش ستر (۷۰) ہیں۔ ان میں سے چند مقامات پر تو میری دانست میں ترجمہ بالکل ہی غلط ہے چند مقامات ایسے ہیں کہ وہاں میرے خیال میں انگریزی کے دوسرے الفاظ بہتر اور موزوں تر ہوتے۔ میں نے اس مضمون میں ترجمہ کے صرف ان مقامات کو لیا ہے جہاں میری دانست میں یوسف علی سے اہم غلطیاں ہوئی ہیں۔

عبداللہ یوسف علی صاحب نے ترجمہ میں Free Verse (آزاد نظم) کا اسلوب اختیار کیا ہے لیکن میں نے اس مضمون میں جہاں جہاں ان کے ترجمہ کی عبارت نقل کی ہے وہاں مطالعہ کی سہولت کے پیش نظر ان ہی الفاظ کو رواں عبارت میں نقل کیا ہے۔

میرا تاثر یہ ہے کہ جن فاضل حضرات نے نظر ثانی کا کام کیا ہے انھوں نے ترجمہ پر زیادہ توجہ نہیں دی۔ یہ میں اس بنا پر کہتا ہوں کہ ان تمام ستر بہتر مقامات کا جو مجھے اس نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں محل نظر محسوس ہوئے جب میں نے پرانے اصلی ایڈیشن سے مقابلہ کیا تو پایا کہ ان مقامات پر ان دونوں ایڈیشنوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک فرق البتہ نمایاں ہے کہ ہر جگہ لفظ God, کی بجائے Allah, کر دیا گیا ہے۔

(۱) آیات ۲:۱۳۶، ۲:۱۴۰ اور ۴:۱۶۳ میں لفظ اسباط کا ترجمہ The Tribes, کیا ہے۔ یہ ترجمہ دو پہلوؤں سے محل نظر ہے ایک تو یہ کہ لفظ Tribe میں حرف Capital Letter (T) میں لایا گیا ہے۔ معمولاً تو لفظ tribe, کے معنی قبیلہ کے ہیں جیسے سورۂ الحجرات کی آیت ۹ میں جہاں لفظ 'قبائل' آیا ہے اس کا ترجمہ عبداللہ یوسف علی

صاحب نے tribes. کیا ہے۔ لیکن ان آیات زیر گفتگو میں تینوں مقامات پر لفظ Tribes میں وارد ہونے والے حرف T. کو بالالتزام capital. میں لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں صرف قبیلہ کہنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا کوئی خاص مفہوم ذہن میں ہے جو میں سمجھ نہیں سکا ہوں اور نہ ہی تشریحی حاشیہ میں اسے صاف کیا گیا ہے۔ (قیاس ہے کہ یہ بائبل کی کوئی اصطلاح ہوگی) دوسری بات یہ کہ The Tribes. کو ان انبیائے کرام سے جن کے نام ان آیات میں آئے ہیں ایک علٰحدہ گروہ بتایا گیا ہے جبکہ اردو کے مترجمین قرآن نے ایک تو اسباط کو اولاد کے معنی میں لیا ہے اور دوسرے یہ کہ ان سبھوں نے اس لفظ کا تعلق حضرت یعقوب علیہ السلام سے جوڑا ہے۔ جن کا نام والاسباط سے متصلاً پہلے آیا ہے اور ترجمہ 'اور اولاد یعقوب' کیا ہے جبکہ عبداللہ یوسف علی صاحب کے کیے ہوئے ترجمہ میں ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے جس سے سمجھا جا سکے کہ وہ اسباط کو حضرت یعقوب سے نسبت دیتے ہیں بلکہ The Tribes سے ایک بالکل علٰحدہ اور مستقل بالذات گروہ کا مفہوم نکلتا ہے اس لیے یہاں یہ ترجمہ غیر صحیح ہے اور اسے his descendants. ہونا چاہیے۔ یہ ترجمہ اس لیے بھی صحیح ہوگا کہ انبیاء کی تاریخ کا جو علم ہمیں حاصل ہے اس کے مطابق حضرت یعقوب کی اولاد میں ہی ایک عرصہ دراز تک سلسلۂ نبوت چلتا رہا اور اسی وجہ سے آیت ۲ : ۱۳۳ میں خاص طور پر حضرت یعقوب کا ذکر کرتے ہوئے ان کے بوقت مرگ اپنے بیٹوں سے سوال کرنے اور ان کے بیٹوں کے جواب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۲) آیت ۲ : ۱۳۸ میں لفظ صبغۃ دو دفعہ آیا ہے اس کا ترجمہ Baptism, اور Baptiser, سے کیا ہے عربی لفظ صبغۃ کے سیدھے معنی رنگ کے ہیں اور اردو کے مترجمین نے یہاں اردو کے اس لفظ 'رنگ' کو ہی اختیار کیا ہے۔ یہ اعتبار محاورہ بھی یہ درست ہے اس لیے کہ کسی کا کسی کو اپنے رنگ میں رنگ دینا یا کسی کا کسی کے رنگ میں رنگ جانا یا کسی کا رنگ (رنگ ڈھنگ) اختیار کرنا اردو زبان میں تمام طور پر مستعمل ہے عربی میں بھی یہ لفظ محاورۃً اسی طرح مستعمل ہے اور خود انگریزی میں بھی لفظ Colour, جو صبغۃ یا رنگ کا مترادف ہے محاورۃً ان ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے To adopt one's colour, (کسی کا رنگ اختیار کرلینا) to show one's true colours (اصلی رنگ میں آجانا) to stick to one's colours. (اپنے عقائد یا موقف پر سختی

سے قائم رہنا) وغیرہ۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ لفظ صبغۃ کے سیدھے ترجمہ Colour, کو ترک کیا جائے۔ پھر اس کا ترجمہ Baptism, کرنے میں ایک قباحت یہ بھی ہے کہ انگریزی کا یہ لفظ (بہ معنی اصطباغ یا بپتسمہ) اپنا ایک مخصوص اور متعین مفہوم رکھتا ہے جس کی نسبت عیسائیت سے ہے۔ عیسائیوں میں رسم ہے کہ جب عیسائیوں کا کوئی بچہ چند دنوں کا ہو جاتا ہے تو اسے گرجا گھر لے جایا جاتا ہے جہاں عیسائی پادری کچھ دعائیں پڑھ کر اس بچہ پر پانی کے کچھ چھینٹے مارتا ہے (یا غسل دیتا ہے) اس رسم کے ذریعہ وہ بچہ گویا پیدائشاً ہی نہیں بلکہ عملاً عیسائی مذہب میں داخل ہو جاتا ہے۔ کوئی غیر عیسائی اگر عیسائی مذہب اختیار کرنا چاہے تو اس کو بھی اسی رسم اصطباغ یا بپتسمہ کے ذریعہ عیسائی مذہب میں داخل کیا جاتا ہے (یہی طریقہ یہودیوں میں بھی دور اول میں رائج تھا) اس وجہ سے بھی صبغۃ کا ترجمہ انگریزی لفظ baptism سے کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

(۳) آیت ۲: ۲۱۹ میں الفاظ 'منافع' اور نفعھما کا ترجمہ protit, کیا ہے۔ اس لفظ کے معنی نفع کے ہیں تو لیکن مجرد لفظ .profit رقمی (تجارتی اور لین دین کے) معاملات کے لیے خاص ہے جبکہ اس آیت میں نفع اس معنی میں نہیں ہے بلکہ فائدہ کے معنی میں ہے جس کے لیے انگریزی لفظ .benefit ہے۔

(۴) آیت ۲: ۲۲۹ کے جزء فامساکٌ بمعروفٍ او تصریحٌ باحسان کا ترجمہ اس طرح ہے ...... The parties should either hold together or Separate ..... اس عبارت کا اردو میں ترجمہ اس طرح ہوگا کہ" جانبین (فریقین) کو چاہیے کہ یا تو ..... مل جل کر رہنے لگیں یا پھر ..... ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں"۔

عبداللہ یوسف علی صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے اس سے جہاں تک قرآن کے منشاء کا تعلق ہے اس میں تو کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا البتہ غلطی اس میں یہ ہے کہ انھوں نے لفظ .parties (جانبین یا فریقین جس سے یہاں شوہر اور بیوی مراد ہوں گے) استعمال کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس آیت کے مخاطب شوہر اور بیوی دونوں (زوجین) ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس آیت کے مخاطب صرف طلاق دینے والے شوہر ہیں۔ یہ آیت الطلاق مرّتٰن کے الفاظ سے شروع ہوئی ہے جس سے

واضح ہے کہ اس آیت میں طلاق کا حکم یا اس بارہ میں کسی ہدایت کا ذکر کیا جارہا ہے اور اسلام میں طلاق کا اختیار صرف شوہر کو ہے۔ بیدہٖ عقدۃ النکاح (بیوی کو نکاح کے بندھن سے آزاد ہونے کے لیے جو عمل کرنا ہوتا ہے وہ بھی اسی آیت میں مذکور ہے اور شریعت کی اصطلاح میں اسے خلع کہتے ہیں) اس کی تائید اس آیت کے اس سے منصل حکم میں ہے کہ رخصت کرتے ہوئے تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ تم انھیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو......" یہ تخاطب صاف صرف شوہروں سے ہے اس لیے اس آیت کے ترجمہ میں لفظ Parties, یکسر غلط ہے۔

اس ترجمہ میں ایک اور غلطی یہ ہے کہ فاضل مترجم نے فَامساك کا ترجمہ hold together, کیا ہے۔ یہ غلط ہے فَامسَاك کے لغوی معنی بند کرکے رکھنے کے ہیں اور مرادی معنی روک لینے کے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ، مولانا تھانوی صاحبؒ اور مولانا مودودی صاحبؒ نے اس کا ترجمہ 'روک لینا' ہی کیا ہے اور اس کا صحیح ترجمہ retain ہوگا۔ اسی طرح تسریح کا ترجمہ Separate, (علٰحدہ ہوجانا) غلط ہے اسے let go (جانے دینا، رخصت کرنا) ہونا چاہیے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہی لفظ فامساك جہاں ۲: ۲۳۱ اور ۶۵: ۲ میں آیا ہے وہاں یوسف علی صاحب نے اس کا ترجمہ take them back. کیا ہے جو بالکل ہی غلط ہے۔ (اس پر آگے گفتگو آرہی ہے) اور ۲: ۲۳۱ میں سَرِّحُو کا ترجمہ Set them free. کیا ہے۔ آیت ۲: ۲۲۹ میں ترجمہ کی اس غلطی کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علی صاحب نے اس آیت میں دی ہوئی ہدایت کا مخاطب زوجین کو سمجھ لیا ہے اور آیت ۲: ۲۳۱ اور ۶۵: ۲ میں صحیح طور پر شوہروں کو مخاطب سمجھا جبکہ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ان تینوں آیتوں میں مخاطب طلاق دینے والے شوہر ہی ہیں۔

(۵) آیت ۲: ۲۳۱ کے ابتدائی حصہ میں وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ..... ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔

When you divorce Women and they fulfil the term of their (iddah), either takethem back ... but do not take them back to injure them ....

اور آیت ۶۵ : ۲ میں بھی فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ کا ترجمہ fulfil their term appointed اور فَاَمْسِكُوْهُنَّ کا ترجمہ take them back, کیا ہے۔ ان دونوں آیات کے ان ترجموں میں فاش غلطی ہے فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ کا جو ترجمہ عبداللہ یوسف علی صاحب نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ (مطلقہ عورتیں) اپنی عدت کی مدت پوری کریں۔ یہ بداہتہً غلط ہے اور اسی طرح فَاَمْسِكُوْهُنَّ کا ترجمہ take them back, (انھیں واپس لے لو) بھی غلط ہے۔ اس لیے کہ جب مطلقہ کی مدت عدت پوری ہو جائے تو وہ عورت عقد نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اور پھر اس کے سابقہ شوہر کے لیے اسے واپس لے لینے کا یا فقہی اصطلاح میں 'رجوع' کا محل ہی باقی نہیں رہتا۔

ان دونوں آیتوں (۲۳۱:۲ اور ۶۵ : ۲) میں جس صورت حال کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ شوہر نے طلاق رجعی دی ہے اور عدّت (کی مدت) ختم ہو نہیں گئی ہے بلکہ ختم ہونے کو ہے اس مرحلہ میں شوہروں کو یہ ہدایت ہے کہ وہ ختم عدت سے قبل یا تو بھلمنساہٹ کے ساتھ شریفانہ طریقہ پر روک لیں (رجوع کریں) یا پھر عدت ختم ہو جانے دیں اور بطریق احسن عقد نکاح سے باہر ہو جانے دیں۔ اردو مترجمین نے یہی ترجمہ کیا ہے کہ جب مطلقہ عورتیں عدت کی مدت کو پہنچنے والی ہوں تو یا تو انھیں معروف طریقہ سے روک لو یا بھلے طریقہ سے جانے دو۔ اس آیت کا صحیح انگریزی ترجمہ یہ ہوگا:۔

and they approach the term (of their iddah) either retain them .... but do not retain them,.......

یا approach, کی بجائے about to fulfil. بھی درست ہوگا۔ اس سے پہلے آیت ۲: ۲۲۸ میں جہاں لفظ بردّھن آیا ہے اس کا ترجمہ بھی take them کیا ہے اور وہاں یہ ترجمہ درست ہے۔ بات یہ ہے کہ لغوی اعتبار سے عربی الفاظ فبلغن اَجَلَهُنَّ دو معنوں کے متحمل ہیں۔ اجل (مدت) کے مکمل ہو جانے کے بھی اور مدت کے قریب الختم ہونے کے بھی۔ ترجمہ کرتے ہوئے جس سیاق میں یہ الفاظ آئے ہوں اس کی مناسبت سے دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہوگا مثلاً فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ کے یہی الفاظ اس آیت سے متصل آیت ۲۳۲ میں اور پھر آیت ۲۳۴ میں آئے ہیں وہاں یہ الفاظ مدت کے پوری ہو جانے کے لیے آئے ہیں اور ان دونوں مقامات پر یوسف

علی صاحب کا fulfil the term, صحیح ہے لیکن یہاں آیت (۲ : ۲۴۱) میں بالکل غلط ہے۔

(۶) آیت ۲ : ۲۴۱ میں متاع کا ترجمہ یوسف علی صاحب نے maintenance. کیا ہے۔ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ انگریزی کے اس لفظ کا ایک خاص مفہوم ہے اور اس کا مترادف اردو میں نان و نفقہ ہے اور اس کے مفہوم میں مقررہ وقفہ وقفہ سے کچھ رقم کی ادائیگی کرتے رہنا شامل ہے جبکہ اس آیت میں لفظِ متاع اس مفہوم میں نہیں آیا ہے بلکہ بوقت طلاق مطلقہ کو اس کے مہر، اس کے اپنے جہیز کے سامان یا بعد شادی اس کو ملے ہوئے تحائف وغیرہ اور نفقہ عدت کے علاوہ یکمشت کچھ مزید بہ شکل نقد یا مناسب مالیت کی اشیاء بطور حسن سلوک دینے کے معنی میں آیا ہے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ شاہ بانو کے مشہور مقدمہ میں عبد اللہ یوسف علی صاحب کے اسی ترجمہ کا سہارا لے کر سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا تھا کہ چونکہ قرآن میں خود مطلقہ کو maintenance. (بہ معنی نان و نفقہ) ادا کرنے کا حکم ہے اس لیے شاہ بانو بعد طلاق تاحیات (یا نکاح ثانی تک) اپنے سابقہ شوہر محمد احمد خاں سے ہر ماہ ایک متعین رقم بطور maintenance, پانے کی مستحق ہیں۔ اردو کے مترجمین قرآن نے اس آیت میں متاع کا ترجمہ نان نفقہ نہیں کیا ہے۔ خود یوسف علی صاحب نے ان مختلف مقامات پر جہاں یہ لفظ آیا ہے اس کا ترجمہ مختلف کیا ہے مثلاً آیات ۲:۲۳۶، ۳ : ۱۴، ۳ : ۱۹۷، ۴ : ۷۷، ۹ : ۳۸، ۱۰ : ۷۰، ۱۶ : ۱۱۷، ۷۹ : ۳۳، ۸۰ : ۳۲ میں سے کسی میں بھی متاع کا ترجمہ maintenance, نہیں کیا ہے۔ یہ ترجمہ انھوں نے صرف آیات ۲ : ۲۴۰ اور ۲ : ۲۴۱ میں کیا ہے۔ ان میں سے ۲ : ۲۴۰ میں تو یہ ترجمہ صحیح ہے لیکن یہاں ۲ : ۲۴۱ میں درست نہیں ہے۔

(۷) آیات ۲ : ۲۷۵ - ۲۷۶ - ۲۷۸، ۳ : ۱۳۰ اور ۴ : ۱۶۱ میں لفظ ربٰو کا ترجمہ Usuary کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ انگریزی کا یہ لفظ بہ اعتبار لغت بہت زیادہ شرح سود کے لیے خاص ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی میں ایک اور لفظ interest ہے جو بہت زیادہ شرح اور نسبتاً کم شرح والے سود دونوں کے لیے ہے جبکہ عربی میں شرح سود کی نسبت سے الگ الگ لفظ نہیں ہیں اور صرف ایک لفظ ربٰو ہے (جیسے اردو میں سود) ان آیات میں ربٰو کا ترجمہ Usuary. کرنے سے مطلب یہ نکلے گا کہ قرآن نے جس سود کو حرام قرار دیا ہے وہ صرف بہت زیادہ شرح والا سود ہے اور معمولی یا کم

شرح والا سود ناجائز نہیں ہے۔ جبکہ قرآن کا یہ منشا نہیں ہے۔ وہ تو ہر شرح کے سود کو حرام قرار دیتا ہے اور سود کی حرمت کا تعلق اس کی شرح کے کم یا زیادہ ہونے سے بالکل نہیں ہے۔

(۸) آیت ۳ : ۴۶ کا ترجمہ ان الفاظ میں ہے۔ He shall speak to people in Childhood and maturity, اس کی اردو ہوگی "وہ لوگوں سے چھٹپنے (بچپنے) میں اور بالغ ہو کر بات کرے گا"۔ یہاں یوسف علی صاحب نے قرآنی لفظ فی المھد کے لیے انگریزی لفظ Childhood, استعمال کیا ہے جبکہ اس لفظ (مھد) کا ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے 'جھولا' اور مولانا مودودیؒ نے 'گہوارہ' کیا ہے اور اس کے لیے انگریزی لفظ Cradle, ہے۔ جسے استعمال نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مزید یہ کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بعد ولادت ایک معجزہ کے ظہور میں آنے کی خبر (بشارت) دی گئی ہے کہ وہ چند دنوں کی عمر میں ہی (گہوارے یا پالنے میں سے) کلام فرمائیں گے چنانچہ آیت ۱۹ : ۳۰ میں آپ سے اس معجزہ کے فی الواقع ظہور پذیر ہونے کا تذکرہ بھی ہے اور عجیب بات یہ کہ آیت ۱۹ : ۲۹ میں یوسف علی صاحب نے مھد کا ترجمہ Cradle ہی کیا ہے۔ اگر بجائے لغوی معنی کے مرادی معنی ہی لینے ہوں تو بھی Childhood, صحیح نہیں ہے اس لیے کہ لفظ Childhood. (بچپن یا چھٹپن) اس عمر کا احاطہ کرتا ہے جس عمر میں بچے کو بولنا آجاتا ہے جبکہ یہاں ایک خرق عادت کا ذکر مقصود ہے یعنی ایسی عمر میں کلام کر سکنے کا جس عمر میں بچہ بول نہیں سکتا یعنی نومولود یا بس چند دنوں یا چند ماہ کی عمر کا۔ اس لیے اگر مرادی معنی ہی لینے ہوں تو بجائے Chil-dhood کے infancy. ہونا چاہیے۔

(۹) آیت ۴ : ۳۴ کا ترجمہ ان الفاظ میں ہے Men are protectors and maintainers of women. یہ ترجمہ اس پہلو سے محل نظر ہے کہ اس ترجمہ سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ مرد، عورتوں پر قوام ہیں حالانکہ یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نمبر ۳۵ شوہروں اور بیویوں کے لیے خاص ہے ان میں عموم کے ساتھ جنسِ مرد اور جنس عورت زیر بحث نہیں ہے۔ قوامیت کا منصب مردوں کی جنس کو عورتوں کی جنس پر حاصل نہیں ہے۔ مثلاً ایک باپ اپنی بیٹی کا ولی تو ہے لیکن بیٹی پر اسے قوامیت حاصل نہیں ہے۔

بھائی اپنی بہن کا کفیل تو ہو سکتا ہے لیکن قوام نہیں۔ یہاں قرآن کا منشا صرف شوہروں کے اپنی بیویوں کے تعلق سے قوامیت کے منصب کے حامل ہونے کا اظہار ہے۔ اسی آیت میں سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے خوابگاہوں سے علٰحدہ کرنے کی جو بات کہی گئی ہے اس سے تو یہ بات بالکل ہی واضح ہے کہ اس آیت میں عام مرد اور عورتیں نہیں بلکہ صرف شوہر و بیوی مراد ہیں۔ قرآن میں رجال اور نساء کے الفاظ مرد اور عورت کے معنی میں بھی آئے ہیں اور شوہر و بیوی کے لیے بھی۔ ترجمہ کرتے ہوئے اُس سیاق کو ملحوظ رکھنا ہوگا جس سیاق میں وہ الفاظ آئے ہوں۔ ایک بات اور یہ کہ اردو میں تو مرد اور عورت (عربی کی طرح) شوہر اور بیوی کے معنیٰ میں بھی آتے ہیں (گو زیادہ فصیح نہیں) جیسے اس کا مرد بمعنی اُس عورت کا شوہر یا اس کی عورت بہ معنی اس مرد کی بیوی لیکن انگریزی میں men. اور women. شوہر اور بیوی کے لیے کبھی نہیں بولے جاتے بلکہ ان سے ہمیشہ جنس مرد اور جنس عورت ہی مراد ہوتے ہیں[1]

(۱۰) آیت ۵ : ۶۷ کا ترجمہ یوں ہے: O Messenger! Proclaim the Message, اس ترجمہ میں قرآن کے لفظ بَلِّغْ کا انگریزی ترجمہ Proclaim, (بہ معنی اعلان کرنا) غلط ہے۔ یہاں عربی کا یہ لفظ پہنچا دینے کے معنیٰ میں ہے۔ آیت کے آغاز میں خطاب یَاأَیُّهَا الرَّسُوْلُ کہہ کر کیا گیا ہے اور اس تخاطب میں پہنچا دینے والے ہی کا مفہوم ہے۔ اس لیے بھی یہاں proclaim, درست نہیں ہے اس کے بجائے convey, ہونا چاہیے۔ اسی آیت میں کچھ آگے لفظ بَلَّغْتَ آیا ہے وہاں بھی انھوں

---

[1] قرآن مجید میں 'رجال' اور 'نساء' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یہ عام ہیں اور ان سے ایک عمومی حکم ہی نکلتا ہے۔ موقع و محل کی مناسبت سے آیت زیر بحث میں میاں بیوی بھی اس میں آجاتے ہیں۔ اس وجہ سے شاہ عبدالقادرؒ، مولانا محمود الحسنؒ اور مولانا تھانویؒ نے الرجال قوامون علی النساء کا ترجمہ 'مرد حاکم ہیں عورتوں پر' کیا ہے۔ مولانا تھانوی نے آیت کی روشنی میں اس کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ مولانا مودودیؒ کا ترجمہ ہے 'مرد عورتوں پر قوام ہیں'۔ اس میں الفاظ کا فرق ہے۔ مفہوم ایک ہی ہے۔

عورت پر مرد کی قوامیت کے تقاضے حیثیت کے فرق کے ساتھ مختلف ہو سکتے ہیں۔ انھیں ایک دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ (جلال الدین)

نے proclaim, ہی رکھا ہے ۔ وہاں بھی یہ درست نہیں بلکہ CONVEY ہی ہونا چاہیے۔

(۱۱) آیت ۹ : ۶۰ میں لفظ صدقات کا ترجمہ alms (بہ معنی خیرات) کیا ہے ۔ درآنحالیکہ اس آیت میں جو آٹھ مدات صرف بتائے گئے ہیں ان کے بارہ میں علماء ومفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ مدات صرف زکوٰۃ کے لیے بیان ہوئے ہیں (عام خیرات کی رقم بھی ان میں سے کسی بھی ایک یا چند مدات میں خرچ کی جا سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی رقم یا مال کو صرف ان ہی مدات کے لیے متعین ومخصوص کر دیا ہے۔ ان مدات کے علاوہ کسی اور کارِ خیر کے لیے زکوٰۃ کا مال خرچ نہیں کیا جا سکتا) علماء ومفسرین کی رائے میں زکوٰۃ اسی آیت سے فرض ہوئی ہے ۔ چنانچہ اس آیت کے آخر میں فریضۃ من اللہ کے الفاظ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ اس بنا پر یہاں لفظ صدقہ کا ترجمہ alms سے کرنا جو عام خیرات کے معنی رکھتا ہے درست نہیں ہے اس لیے بجائے اس لفظ کا ترجمہ کرنے کے لفظ زکوٰۃ ہی کو رہنے دینا چاہیے اور اس لیے بھی کہ زکوٰۃ کا لفظ شریعت اسلامی میں فرض مالی عبادت کے لیے ایک اصطلاحی لفظ کی حیثیت رکھتا ہے اور اصطلاحی الفاظ کے ترجمہ سے گریز ہی کیا جاتا ہے ۔

اس ضمن میں یہ بات بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ قرآن شریف میں اور جہاں جہاں لفظ صدقہ اور لفظ زکوٰۃ آیا ہے وہاں انھوں نے اس کا ترجمہ charity کیا ہے اور زکوٰۃ کے معاملہ میں کہیں کہیں charity کے ساتھ لفظ regular جوڑ دیا ہے ۔

(۱۲) آیت ۱۷ : ۳۲ میں لفظ الزنیٰ (زنا) کا ترجمہ adultery, کیا ہے یہ غلط ہے ۔ ناجائز مجامعت کے لیے انگریزی میں دو الگ الگ الفاظ ہیں adultery, شادی شدہ فرد سے ناجائز مجامعت کے ارتکاب کو کہتے ہیں اور اس فرد کو adulterer, کہتے ہیں ۔ غیر شادی شدہ فرد اگر ناجائز مجامعت کا ارتکاب کرے تو اس کے لیے انگریزی لفظ fornication ہے ۔ لیکن عربی میں (اور اردو میں بھی) دونوں صورتوں کے لیے ایک ہی لفظ زنیٰ (زنا) ہے ۔ اس لیے یہاں لفظ زنیٰ کے ترجمہ کا وہی طریقہ صحیح ہوگا جو عبداللہ یوسف علی صاحب نے آیت ۲۴ : ۲ کے ترجمہ میں اختیار کیا ہے یعنی adultery/fornication. دونوں الفاظ کا استعمال گو کہ یہ ترجمہ وہاں غلط ہے ۔ اس لیے کہ آیت ۱۷ : ۳۲ میں زنیٰ (زنا) کا لفظ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں کے ناجائز مجامعت کے ارتکاب کا احاطہ کرتا ہے آیت ۲۴ : ۲

میں یہ ترجمہ اس لیے غلط ہے کہ اس میں واضح طور پر ایک سو کوڑے مارنے کی سزا کا تذکرہ ہے اس میں ایک سو کوڑے مارنے کی سزا کا تذکرہ ہے اس لیے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ آیت ۲۴ : ۲ میں لفظ زانی اور زانیہ سے غیر شادی شدہ مرد اور عورت مراد ہیں کیونکہ شادی شدہ مرتکب زنا کی سزا رجم ہے نہ کہ سو کوڑے (اگر زنا کے مرتکبین میں ایک شادی شدہ اور ایک غیر شادی شدہ ہو تو شادی شدہ کو رجم کیا جائیگا اور غیر شادی شدہ کو ایک سو کوڑے مارے جائیں گے۔)

(۱۳) آیت ۳۳ : ۶ میں والمرجفون فی المدینۃ کا ترجمہ those who stir up sedition in the city. کیا ہے اس میں لفظ Sedition. بالکل غلط ہے، انگریزی کے اس لفظ کا ایک متعین مفہوم ہے اور وہ ہے حکومت وقت کے خلاف مہم اور اس کے خلاف معاندانہ جذبات کو ابھارنا۔ اس آیت کا کوئی تعلق حکومت سے نہیں ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے خلاف اتہام تراشی کی جو سرگوشیاں (واقعہ افک) شروع ہو گئی تھیں یہ آیت اس سے متعلق ہے اس لیے اس کا صحیح ترجمہ ہوگا Those who spread false rumour in the city

(۱۴) آیت ۴۳ : ۵۵ میں آسفونا کا ترجمہ provoked us. کیا ہے جو اس لحاظ سے نامناسب ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ خود ایک بات اپنے بارہ میں فرما رہا ہے لفظ provoke, کے مفہوم میں یک گونہ بے اختیاری کے ساتھ کسی عمل کا ردعمل شامل ہے جیسے کوئی شخص کوئی ایسی بات کہدے یا عمل کرے جس سے دوسرا شخص بے اختیار بھڑک اٹھے اور اس کے نتیجہ میں کچھ کہہ یا کر گزرے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے۔ اس کا سیدھا سادا ترجمہ angered us, ہونا چاہیے۔ اسی طرح کی عدم احتیاط یوسف علی صاحب سے آیت ۹ : ۴۰ کے ترجمہ میں بھی ہوئی ہے۔ یہاں اَخْرَجَہٗ کا ترجمہ انھوں نے drove him out کیا ہے جو لغوی اعتبار سے تو غلط نہیں ہے لیکن چونکہ بات رسول اللہؐ کی ذات گرامی کے تعلق سے ہو رہی ہے اس لیے یہ پیرایہ سوء ادبی ہوگا۔ مناسب ترجمہ ہوگا made him leave, یا forced him to leave, یا leave, کی بجائے go away.

(۱۵) آیت ۵۶ : ۵۷ کا ترجمہ why will you not witness the truth.

غلط ہے۔ اردو میں اس فقرہ کا ترجمہ ہوگا "تم حق کا مشاہدہ کیوں نہ کروگے" حالانکہ آیت میں مشاہدہ کرنے کی نہیں بلکہ شہادت دینے (فلولا تصدقون) کی بات کہی گئی ہے اس کا صحیح ترجمہ ہوگا why, then, ye not testify to the truth. یوسف علی صاحب کے کیے ہوئے ترجمہ میں truth. میں حرف T کو capital Letter. میں لانا بھی غلط ہے اس لیے کہ یہاں شہادت حق مراد نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت کی شہادت دینا مراد ہے۔

(۱۶) آیت ۶۶:۲ کا ترجمہ Allah has already ordained for you (O men) dissolution of your oaths (in some cases) یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ اس آیت کا ترجمہ مولانا تھانویؒ نے اس طرح کیا ہے "اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے قسموں کا کھولنا (یعنی قسم توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا طریقہ) مقرر فرما دیا ہے" مولانا مودودیؒ نے ان الفاظ میں ترجمہ کیا ہے: "اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے"۔ جبکہ یوسف علی صاحب کی عبارت کا ترجمہ ہوگا "اللہ نے (اے مردو) بعض معاملات میں) تمہیں اپنی قسموں کو فسخ کرنے کے لیے محکوم کر دیا ہے" جو یکسر غلط اور بے معنی ہے اسے یوں ہونا چاہیے۔ Allah has prescribed for you (O Muslims) method of absolution from oaths. مزید برآں اس ترجمہ میں قوسین میں O men, بھی غلط ہے اس لیے کہ یہ بات صرف مردوں کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ عورتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ اس لیے یہاں O Muslims. ہونا چاہیے اور in some cases. (بعض امور میں) تو بالکل ہی غیر ضروری اور بیکار اضافہ ہے۔

(۱۷) آیت ۶۶:۳ کا آغاز سے لے کر واعرض عن بعض تک کا ترجمہ بالکل ہی غلط ہے مترجم کے الفاظ ہیں: When the Prophet disclosed a matter of confidence to one of his consorts and she then divulged it (to another), and Allah made it known to him, he confided part there of and repudiated a part

یوسف علی صاحب کی عبارت کا اردو ترجمہ یہ ہوگا "جب اللہ کے رسولؐ نے اپنی ازواج

میں سے ایک کو اعتماد والی ایک بات بتائی اور انھوں نے اس کو دوسری زوجہ کو بتادیا اور اللہ نے رسول کو اس سے مطلع کردیا تو انھوں نے (رسولؐ نے) اس کے ایک جز کی تو توثیق کی اور ایک جز کو مسترد کردیا" جبکہ اس آیت کا اردو میں ترجمہ یہ ہے" نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی پھر جب اس بیوی نے (کسی اور پر) وہ راز ظاہر کردیا اور اللہ نے نبی کو اس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی تو نبی نے اس پر کسی حد تک (اس بیوی کو) خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے درگزر کیا" (میں نے یہ ترجمہ مولانا مودودیؒ کی تفہیم القرآن سے لیا ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی بالکل اسی مفہوم کا ترجمہ کیا ہے۔ الفاظ قدرے مختلف ہیں میں نے بوجہ سلاست مولانا مودودی کا ترجمہ نقل کیا ہے) اس سے خود بخود دونوں ترجموں کا فرق واضح ہے کہ یوسف علی صاحب کا کیا ہوا ترجمہ قرآن کے الفاظ سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

(۱۸) آیت ۶۶: ۵ میں سٰئحٰتٍ کا ترجمہ who travel (for faith) and fast, کیا ہے۔ اس ترجمہ میں travel (سفر) نہ صرف زاید بلکہ بہ اعتبار سیاق غلط بھی ہے۔ عربی لفظ سٰئحٰت کے معنی 'روزہ رکھنے والی' اور 'سفر کرنے والی' دونوں ہیں اس لیے بہ اعتبار سیاق کسی ایک کو اختیار کرنا ہوگا۔ یہاں یہ لفظ سیر و سفر کرنے والی کے معنی میں نہیں آیا ہے۔ اس آیت میں ان خواتین کی صفات بیان کی گئی ہیں جن سے آنحضور صلعم آئندہ نکاح فرمائیں۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ آپ کی ازواج مطہرات میں کوئی سفر کی دلدادہ نہیں تھیں اور نہ کسی زوجہ مطہرہ کا علیحدہ سے سفروں پر جانا ثابت ہے (خواہ کسی دینی غرض کے لیے ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ یوسف علی صاحب نے قوسین میں in faith کا اضافہ کرکے تاثر دینے کی کوشش کی ہے) اور نہ سفر کی دلدادہ ہونا کوئی ایسی صفت ہی ہے جسے آنحضور کی زوجیت کے لیے قابل پسندیدگی سمجھا جائے۔

اس ترجمہ میں قباحت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہندوستان و پاکستان میں بعض تجدد پسند حضرات اسے پردہ کی مخالفت کے لیے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ چونکہ اس آیت میں رسول اللہ کی ازواج کے لیے سفر کرنے کا شوق رکھنے والی ہونے کا تذکرہ اس طور پر کیا گیا ہے کہ وہ ایک پسندیدہ صفت ہے اور زیادہ سفر پردہ کی پابندی کے ساتھ ممکن

نہیں ہے اس لیے حجاب کا جو حکم عام طور پر علماء بیان کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس آیت کے ساتھ "علم حاصل کرو خواہ چین میں ہی کیوں نہ ملے" اور "علم کا حاصل کرنا مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں پر فرض ہے" والی حدیثوں کا جوڑ ملا کر حجاب اور محرم دونو کی شرط سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱۹) آیت ۶۸:۴۳ میں سجود کا ترجمہ bow in adoration, کیا ہے۔ لفظ bow کے معنی ہیں 'جھکنا' (رکوع کے لیے انگریزی لفظ bow, عام طور پر مستعمل ہے) سجدہ کے لیے انگریزی لفظ prostration ہے اور یہاں اسے ترک کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ اسی طرح لفظ adoration, بھی مناسب نہیں ہے یہاں reverence, (تعظیم، احترام) کا محل ہے۔

(۲۰) آیت ۷۲:۲۱ میں لفظ رَشَدًا کا ترجمہ right conduct, (صحیح طرز عمل یا راہِ ہدایت) کیا ہے جو لغوی معنی کے اعتبار سے تو غلط نہیں لیکن چونکہ لفظ رَشَدًا اپنے سے پہلے والے لفظ ضَرًّا کے مقابل کے طور پر آیا ہے جس کا ترجمہ یوسف علی صاحب نے بھی harm, (یعنی ضرر یا نقصان) کیا ہے۔ اس لیے لغوی اعتبار سے بھی اور سلاست کے اعتبار سے بھی رَشَدًا کا ترجمہ bring any good ہونا چاہیے۔ شاہ رفیع الدین صاحب، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا مودودی تینوں نے اس لفظ رَشَدًا کا ترجمہ 'بھلائی' کیا ہے۔

(۲۱) اسی سورہ ۷۲ کی آیت ۲۳ کا ترجمہ سلسلہ کلام کے لیے آیت ۲۲ کے آخری فقرہ سے ملا کر پڑھا جائے تو یوں کیا گیا ہے:۔

nor Should I find refuge except in Him, Unless I proclaim what I receive from Allah and His Messages

انگریزی کی اس عبارت کا اردو ترجمہ یہ ہوگا کہ "نہ میں اللہ کے سوا کہیں پناہ پا سکوں گا تا آں کہ میں اعلان نہ کردوں اس کا جو مجھے اللہ کی طرف سے پہنچا ہو اور اس کے پیغاموں کا" یہ ترجمہ بے معنی سا ہے اور اس میں لفظ unless, (تا آنکہ) بطور عطف غلط ہے جبکہ متن میں یہاں لفظ اِلَّا آیا ہے۔ بلٰغًا کا ترجمہ proclaim, بھی درست نہیں ہے۔ اس آیت کا صحیح انگریزی ترجمہ ہوگا Mine is only to convey what I receive from Allah and His Messages. مولانا مودودی نے اس کا بہت سلیس ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے

"میرا کام اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دوں"۔ اس آیت میں آئے ہوئے لفظ بلاغ کا ترجمہ proclaim کے بجائے convey ہے۔

(۲۲) آیت ۷:۷۳ کا ترجمہ اس طرح ہے True there is for thee by day prolonged Occupation with ordinary duties اس ترجمہ میں آخری تین الفاظ with ordinary duties بالکل زائد ہیں ان کے بغیر بھی بات مکمل ہوگئی ہے لیکن اگر وضاحت مطلب کے لیے ان کا اضافہ ضروری سمجھا بھی جائے تو ایک تو یہ کہ ان الفاظ کو قوسین میں ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ لفظ ordinary یہاں بالکل ناموزوں ہے اس کے بجائے بہ اعتبار سیاق manifold. ہونا چاہیے۔

(۲۳) آیت ۳:۷۴ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (اپنے رب کی بڑائی بیان کر) کا ترجمہ And thy Lord thou magnify کیا ہے یہاں magnify بالکل غلط ہے اس لفظ کا مطلب ہے کمیت یا کیفیت میں کسی چھوٹی چیز یا بات کو بڑا کرنا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں یہ کسی طرح بھی درست نہیں یہاں glorify. کا محل ہے یا پوری آیت کا دوسرا اور صحیح ترجمہ ہوگا And proclaim thou the Greatness of th y Lord

(۲۴) اسی سورۃ المدثر کی آیت ۴۰ فِي جَنّٰتٍ يَتَسَاءَلُونَ کو مستقل بالذات مان کر ترجمہ کیا ہے کہ اہل جنت Will question each other. (ایک دوسرے سے پوچھیں گے) حالانکہ یہاں یتساءلون کا تعلق بعد کی آیت ۴۱ عَنِ الْمُجْرِمِينَ سے ہے جس کو ایک علیحدہ آیت مان کر یوسف علی صاحب نے And (ask) of the sinners ترجمہ کیا ہے اس طرح اہل جنت کے دو علیحدہ علیحدہ عمل بیان کیے ہیں، ایک تو آپس میں ایک دوسرے سے سوالات کرنا اور دوسرا اہل دوزخ سے پوچھنا (آیت ۴۲) کہ ما سلككم في سقر (تمہیں کون سا عمل دوزخ میں لے گیا) حالانکہ آیت میں اہل جنت کا ایک دوسرے سے کچھ پوچھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ اہل دوزخ (المجرمین) سے ان کے دریافت کرنے کا تذکرہ ہے۔

(۲۵) آیت ۲۹:۷۵ میں لفظ ساق (پنڈلی) کا ترجمہ Leg (پاؤں) کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ پنڈلی کے لیے لفظ Shank ہے۔ اس آیت میں سکرات کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور عربی میں ایک پنڈلی کا دوسری پنڈلی سے لپٹ جانا یہی ترجمہ

اردو کے مترجمین نے کیا ہے) سخت تکلیف کی حالت میں ہونے کے اظہار کے لیے عام ہے۔

(۲۶) آیت ۱۱۳:۴ میں نَفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ کا ترجمہ practice Secret arts کیا ہے۔ یہاں فاضل مترجم نے سیدھے سیدھے blow on the knats ترجمہ کرنے کے بجائے الفاظ کے مرادی معنی درج کیے ہیں اور وہ بھی ایسے پیرایہ میں جو غیر واضح ہے۔ یہ غیر ضروری آزادی کا استعمال ہے۔

ادارۂ تحقیق

کی مطبوعات کے علاوہ دوسرے مکتبوں کی دینی کتب بھی آپ ہم سے طلب کر سکتے ہیں بعض کتابوں کے نام یہاں دئے جا رہے ہیں۔

۱۔ بخاری شریف اردو ترجمہ مکمل ۳ جلدوں میں	۴۹۰/=	۱۵۔ معاشیات اسلام مولانا مودودیؒ	۲۵/=
۲۔ مسلم شریف اردو ترجمہ ۳ جلدوں میں	۳۵۰/=	۱۶۔ سود مولانا مودودیؒ	۱۸/=
۳۔ مشکوٰۃ المصابیح اردو ترجمہ مکمل ۲ جلدوں میں	۲۵۰/=	۱۷۔ یہودیت ونصرانیت "	۴۰/=
۴۔ تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد	۶۰/=	۱۸۔ خلافت وملوکیت "	۴۰/=
۵۔ غبار خاطر "	۶۵/=	۱۹۔ معروف ومنکر مولانا جلال الدین عمری	۳۵/=
۶۔ خطبات آزاد "	۵۰/=	۲۰۔ خدا اور رسول کا تصور "	۳۰/=
۷۔ مسلمان عورت (ترجمہ) "	۲۵/=	۲۱۔ عورت اسلامی معاشرے میں "	۳۲/=
۸۔ عزیمت ودعوت "	۱۰/=	۲۲۔ قرآن مجید کا تعارف مولانا صدرالدین اصلاحی	۱۴/=
۹۔ اصحاب کہف "	۱۰/=	۲۳۔ دین کا قرآنی تصور "	۱۳/=
۱۰۔ انتخاب الہلال "	۴۵/=	۲۴۔ اسلام ـ ایک نظر میں "	۱۵/=
۱۱۔ اسلامی فقہ مولانا منہاج الدین مینائی	۷۰/=	۲۵۔ تحریک اسلامی ہند "	۱۰/۵۰
۱۲۔ یاد رفتگاں ماہر القادری	۴۰/=	۲۶۔ زادِ راہ مولانا جلیل احسن ندوی	۴۸/=
۱۳۔ الجہاد فی الاسلام مولانا مودودیؒ	۶۰/=	۲۷۔ سفینۂ نجات "	۴۵/=
۱۴۔ سیرت سرورِ عالم "	اول/۸۵ دوم/۸۵	۲۸۔ اسلام کا تصور مساوات مولانا سلطان احمد اصلاحی	

ملنے کا پتا

مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی ۔ پان والی کوٹھی ۔ دودھ پور ۔ علی گڑھ ـ ۲۰۲۰۰۱